



محدث فتویٰ
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(یہ رسالہ ہے جس کا میں نے نام رکھا ہے ”الحوار التام فی مسئلہ افشاء السلام بین الانام“ ہم کہتے ہیں

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

!و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

!الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد

مجھ سے بھائی محمد حسن کزلی نے سلام عام کرنے کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو میں نے دلائل کے ساتھ مختصر فتویٰ لکھا تو بھائی نے وہ فتویٰ کزلی میں منصف قضا پر فائز ایک عالم پر پیش کیا، قاضی صاحب نے صرف ایک حدیث کا کزور بلکہ احتمالی جواب دیا انہوں نے ان مذکورہ احادیث صحیحہ و صریحہ کے منسوخ ہونے کا سب سے دعویٰ کیا تھا حالانکہ نسخ احتمال سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

بلکہ نسخ کے لیے تین درج ذیل شرطیں ہیں۔

اول: یہ تاریخ معلوم ہو کہ فلاں تاریخ فلاں منسوخ سے متاخر ہے۔

دوم: بتاؤ منسوخ سے قوی تر یا صحت میں ہم پلہ ہو۔

سوم: ان دونوں میں تطبیق کسی بھی وجہ سے ممکن نہ ہو۔

تو میں نے اس مسئلہ کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہا کیونکہ اس مسئلے سے متعلق فوائد بہت ہیں اور لوگ اکثر اس سے غفلت کرتے اور اکثر مفتی حضرات بعض مصنفین کی تقلید کرتے ہیں جنہوں نے مسئلہ دلیل و برہان کے بغیر لکھا ہے جس سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ بھی میرے ساتھ ان دلائل میں سکون و اطمینان سے مدبر کریں اور محنت سے کام نہ لیں۔ نمازی کو سلام کرنا منسوخ ہے اور وہ بحالت نماز اشارے سے اس کا جواب دے، ذکر کرنے والے، تلاوت کرنے والے مؤذن پر سلام کرنا منسوخ ہے اور اسی طرح عورتوں پر بھی اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اسی طرح کھانے میں مصروف لوگوں سمیت مسلمانوں پر سلام کیا جاسکتا ہے، سوائے ان بعض اشخاص کے جن کا اس حکم سے مستثنیٰ ہونے پر سنت وارد ہے، ان کا حال ہم عنقریب ذکر کریں گے اس کے دلائل و دو قسم کے ہیں۔ عام دلائل ”خاص دلائل“۔

عام دلائل یہ ہیں:

نے فرمایا: مومن بنے بغیر جنت میں نہیں جاسکتے، اور مومن تب بنو گے کہ تم آپس میں محبت کرنے لگو، میں سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی اول: مسلم (1 رقم 93) کتاب الایمان، مشکوٰۃ (2 397) البوہرہ تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں کہ جہنم کرنے لگو تو آپس میں محبت پیدا ہوگی (وہ عمل یہ ہے) کہ آپس میں سلام عام کرو۔ ترمذی (2 98) اس کی سند جیسے آپ دیکھ رہے ہیں صحیح ہے۔

یہ حدیث سلام کے عام کرنے میں مطلق ہے اس کی تخصیص و تنقید جب تک شک سے مبرا دلیل نہ لائی جائے ممکن نہیں۔ انصاف پسند اہل تدبر کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے اور مزید دلائل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا، بیماری کی عیادت، جنازوں کے ساتھ جانا، بچھنچھنے، دوم: بخاری (2 921)، مسلم (2 123)، مشکوٰۃ (2 397) میں براہ بن عازب والے کو جواب دینا (بشرطیکہ وہ الحمد للہ کہے) کزور کی مدد کرنا، سلام عام کرنا، قم پوری کرنا۔

اسی طرح مشکوٰۃ (1 133) میں بھی ہے۔ تو نبی ﷺ نے افشاء سلام کا حکم فرمایا، اور افشاء کا معنی عام کرنا اور وسیع کرنا ہے تو وہ شخص ذکر کرنے والے اور نماز وغیرہ پڑھنے والے پر سلام نہیں کرتا تو وہ افشاء السلام کے حکم کی مخالفت کرتا ہے، اور مسلمان سنت کی مخالفت نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے پاس ایسی شرعی حجت نہ ہو جو مخالفت کو جائز کرتی ہو اور اس عام میں سے اس کی تخصیص کرتی ہو، وباللہ التوفیق۔

عام دلائل بحیثیت میں ہم ان پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

خاص دلائل

نمازی پر سلام کہنے کے دلائل بھی بہت ہیں (1)

سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ قباء کی طرف ان میں سے اول وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد رقم (927) باب روا السلام فی الصلاة ابن ماجہ رقم: (1017) ”باب المصلیٰ یسلم علیہ کیف یرد“ میں عبد اللہ بن عمر کو کہا کہ جب وہ سلام کہہ رہے تھے تو تم نے رسول اللہ ﷺ کو کیسے جواب دیتے ہوئے دیکھا، تو انہوں نے کہا ایسے نماز پڑھنے لگے راوی کہتے ہیں آپ ﷺ نماز میں تھے اور انصار نے آکر سلام کیا، راوی کہتے ہیں میں نے بلال

کرتے تھے، اور اپنی ہتھیلی پھیلانی۔ بعض مین عون نے اپنا ہاتھ پھیلایا ہتھیلی کو نیچے کی طرف کیا اور اس کی پشت کو اوپر کی جانب کیا، یہ حدیث صحیح ہے اور مدینہ میں وارد ہوئی جبکہ نماز میں کلام منسوخ ہو چکی تھی اس سے قبل مکہ میں کیے اس مسئلے کی تعلیم دیتے تھے۔ بحالت نماز بات چیت جائز تھی عور کریں کہ صحابہ کرام

سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کے لیے بھیجا (جب میں واپس آیا) تو آپ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے آپ کو سلام کہا، آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا۔ فارق ہونے کے بعد مجھے بلایا دوم: جابر اور فرمایا تم مجھے ابھی سلام کہنا اور میں نماز پڑھ رہا تھا، ابن ماجہ: رقم (18) مسلم: (204 1) اسی طرح ابو داؤد رقم (926)۔

سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ کو سلام کہا آپ نے اشارے سے جواب دیا راوی کہتا ہے میں یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے انگلی سوم: صہیب سے اشارہ فرمایا، ابو داؤد: رقم (925) بسند صحیح، ترمذی (367 1) مراجع کریں، مشکوٰۃ (91 1) ابن ابی شیبہ (74 2)، احمد (4 332-380)۔

واپس لوٹے اور اسے کہا جب تم مس ایک شخص کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا تھا، انہوں نے سلام کیا تو اس شخص نے کلامی جواب دیا، تو عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر چہارم: بناغ (سے کسی کو کوئی سلام کہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اسے کلام نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہاتھ کے اشارے سے جواب دے (موطا (154 1) مشکوٰۃ (92 1) ابن ابی شیبہ (74 2)۔

کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ بھی منسوخ ہے اور ہر حکم جو رسول اللہ ﷺ سے آئے اور وہ لوگوں میں سے کسی کی رائے کے خلاف ہو تو اس میں یا تو وہ دور کی تاویل کرتے ہیں یا پھر اسے بلا دلیل منسوخ کر کے دھلتے ہیں۔

سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور آپ نماز میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اشارے سے جواب دیا جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اسے فرمایا کہ ہم پہلے نماز میں پانچویں: ابو سعید خدری سلام کا (کلامی) جواب دیتے تھے لیکن ہمیں اس سے منع کر دیا گیا ہے، بزار نے اسے حسن سند کے ساتھ نکالا ہے، اسی طرح مجمع (81 2) میں ہے۔

اس حدیث سے ہمارے لیے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز میں سلام کے جواب اشارہ کرنا

نہیں بلکہ کلامی جواب دینا منسوخ ہے۔ ہدیر کرے کوئی تو یہ بڑی واضح دلیل ہے۔

سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب میں میری طرف اشارہ فرمایا، نکالا اسے طبرانی نے اوسط اور ضعیف میں اور اس کے راوی صحیح چھٹی: ابن مسعود کے راوی ہیں۔

کی جو روایت صحیح میں ہے تو اس میں کلام سے ممانعت ہوئی، اشارے سے نہیں باوجود اس کے کہ یہ حدیث مکہ میں وارد ہوئی ہے ابن ابی شیبہ (83 3) اور اسکی تفصیل (84 2) میں الجمع (83 2) عبد اللہ بن مسعود ہے۔

انہوں نے یہ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود جب نبی ﷺ کو سلام کہا تو آپ نے اپنے سر مبارک کو ہلا کر جواب دیا۔

ساتویں: عطاء کہتے ہیں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سلام کہا آپ کعبہ کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا مجھے (کلامی) جواب نہ دیا اور ہاتھ پھیل کر مجھ سے مصافحہ کیا۔

امام ابن ابی شیبہ (74 3) میں ”باب من کان یردویشیر بیدہ اذ برأسہ“ ذکر کیا ہے

سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب ہم پر کوئی سلام کہے اور آپ نماز پڑھ رہے ہوں توڑپ اس کا جواب دیں۔ آٹھویں: ابو حریرہ

سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: نماز پڑھتے ہوئے میں کسی کو سلام نہیں کہتا اور اگر مجھ پر کوئی سلام کہے تو میں اس کا ضرور جواب دوں گا۔ ابن ابی شیبہ ایضا (74 2)۔ نویں: جابر

سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے جواب دیا، ابن ابی شیبہ باب مذکورہ میں لاتے ہیں۔ کنز العمال (8 217) رقم: (22635)۔ دسویں: عمار

سے بھی تو ایک عام آدمی کی راوی کی وجہ سے کس طرح منع کیا جاسکتا ہے اور یہ باطل پرستوں جابلوں کی طرح صرف دعویٰ تک عشر کالمہ: نفس اشارہ رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث سے ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ کرام نہیں بلکہ اسی کے بارے میں بعض احادیث ذرا کان لگا کر سنیں!۔

سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں امام ابو داؤد رقم: (943) باب لا اشارہ فی الصلاۃ اور عبد الرزاق نے المصنف (2 258) میں، امام بیہقی: (2 262) میں صحیح سند کے ساتھ انس بن مالک اشارہ کرتے تھے۔

دوسری حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے کہ انہوں نے نماز میں ایک عورت کی طرف اشارہ کیا تھا جو ان کے لیے حریہ (ایک قسم کا کھانا) لے کر آئی تھیں کہ اسے رکھ دے۔ مشکوٰۃ (1 51) باب احکام المیاء۔

تیسری حدیث: ”نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو اشارہ کیا تھا،“ جیسا کہ شیخان باب صلوٰۃ العصر میں روایت کیا ہے، یہ اشارہ نماز کے اندر تھا دیکھیں مسلم (1 277) بخاری (1 164) باب الاشارہ فی الصلوٰۃ۔ امام عبد الرزاق نے المصنف (2 258) کے باب الاشارہ فی الصلاۃ میں بہت آثار ذکر ہیں۔

اس باب میں احادیث کثیر تعداد میں آئی ہیں لیکن تنگی وقت کی وجہ سے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

یہ ایسے دلائل ہیں کہ جن کی تردید نسخ و تاویلات بعید و جہ سے کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی، جن کا دعویٰ مدعیان علم کرتے ہیں۔ واللہ الموفق للصواب و بہ التکلان۔۔

ذکر پر سلام بھی مسنون ہے: (2)

اس کے بھی تین قسم کے دلائل ہیں۔ دلائل عامہ تو ہم نے فتویٰ کے شروع میں ذکر کرتے دئے اور دوسری قسم دلائل نمازی پر سلام کہنے کے ذکر میں ہم نے بیان کر دیئے کیونکہ نمازی بھی اللہ کا بڑا ذکر ہے جب نمازی پر سلام کہنا جائز ہے تو عام ذکر کہنے والے پر بطریق اولیٰ جائز ہے یہ ایسی واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد مزید کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔

تیسری قسم کی دلیل یہ ہے کہ مومن کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ ذکر الہی سے لائق نہیں رہ سکتا۔

رسول اللہ ﷺ بھی ہر حال میں ذکر کیا کرتے تھے جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے اور اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں:

”جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں“ (آل عمران: 191) جب تم نے ذکر کرتے وقت سلام سے منع کر دیا تو گویا تم نے مومن پر ہمیشہ سلام کہنے سے منع کر دیا، کیونکہ وہ ذکر الہی میں مشغول رہتا ہے بالفاظ دیگر ہم کہتے ہیں جس کی صفت ہو اس پر سلام نہیں کہتے ہیں بلکہ ہم سلام غافلین اور کوفاسقین پر کہتے ہیں تو تم نے شریعت کی مخالفت کی جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں اس سے زیادہ واضح دلیل دوسری نہیں ہو سکتی۔

مزید دلیل کیلئے ہم کہتے ہیں کیا سلام اذکار میں سے نہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم کیوں ذکر سے رکھتے ہو۔ اور اگر تمہارے نزدیک وہ اذکار شرعیہ میں سے نہیں تو دلیل پیش کرو، اگر پیش نہیں کر سکتے تو ان شرعی کے آگے سرخم تسلیم کرو۔ اور ذکر نے والوں پر سلام سے نبی کی دلیل کہاں ہے جبکہ نبی ﷺ نے افشاء سلام کا عام حکم دیا ہے۔

قرآن کی تلاوت کرنے والے پر بھی سلام کہنا مسنون ہے (3)

جو دلائل ہم نے ذکر کئے ان سے یہ سب کچھ ثابت ہو جاتا ہے جب نمازی پر سلام کہنا جائز ہے تو وہ نمازیں قرآن بھی تو پڑھتا ہے تو نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے والے پر بطریق اولیٰ جائز ہے اور اس سے نہیں بھی وارد نہیں۔

نے اپنی کتاب ”الوہل الصیب“ (ص: 90) میں ایک شرعی قاعدہ بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ عبادت مفضولہ اپنے مطلوبہ وقت میں فاضلہ اس کے بارے میں صریح دلائل میں سے ایک وہ ہے جو امام ابن قیم بن جاتی ہے اگرچہ وہ باقی اوقات مفضولہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں یہ بڑا مفید اصل ہے اس پر اعمال کے مراتب اور ان کو اپنے مراتب پر رکھنے کے معرفت کے دروازے کھلتے ہیں تاکہ فاضل کو مفضول کے ساتھ مشغول نہ رہے کہ فاضل اور مفضول کے درمیان فرق کا فائدہ اٹھیں کو نہ پہنچے، یا یہ کہ فاضل اور مفضول میں دیکھ کر فاضل کے ساتھ مشغول ہو جائے اور مفضول کو بھڑ دیا حالانکہ وہ وقت مفضول کا ہے اور اس کی مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے اس کا یہ خیال ہو کہ فاضل میں مفضول سے زیادہ ثواب ہے۔ یہاں اعمال کے مراتب، تفاوت اور مقاصد کی معرفت اور ہر عمل کو اس کا حق دینے کی سمجھ کی ضرورت ہے۔ کہ ایک عمل کو مرتبے میں رکھنے کی صورت میں اس سے اہم اور افضل عمل کو اگر بھڑ بھی دیا جائے او اس کا ہمارک ممکن ہے اور کسی اور وقت بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ مفضول عمل فوت ہو جائے تو اس کا ہمارک ممکن نہیں اس لیے اس (مفضول) عمل کے ساتھ

لیکن اس میں اہم اور افضل عمل کو اگر بھڑ بھی دیا جائے او اس کا ہمارک ممکن ہے اور کسی اور وقت بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ مفضول عمل فوت ہو جائے تو اس کا ہمارک ممکن نہیں اس لیے اس (مفضول) عمل کے ساتھ مشغول ہونا بہتر ہے۔

یہ بات اس مثال سے سمجھی جاسکتی ہے کہ سلام یا چھیننے والے کو جواب دینے کے لیے اگر قرآن ترک کر دی جائے اگرچہ اس سے قرأت افضل ہے کیونکہ اس مفضول (سلام یا چھینک کے جواب) کو کر لینے کے بعد فاضل (قرأت) کا اعادہ ہو سکتا ہے اس کے خلاف اگر تلاوت کے ساتھ مشغول رہے تو سلام اور بھٹک کے جواب کی مصلحت فوت ہو جائے گی یہی حال تمام اعمال کا ہے جب وہ آپس میں مزاحم ہو جائیں اس شرعی قاعدہ میں غور فکر کی ضرورت ہے اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔

الہدیۃ الدائمہ نے (4 8382) میں جب یہ سوال پوچھا گیا کہ اگر تلاوت میں مصروف کسی انسان کے پاس کوئی گزرتے ہوئے سلام کہے تو سلام کا جواب دینے کے لیے قرأت قطع کر سکتا ہے؟

تو انہوں نے اپنے فتوے میں تین جواب دیے ہیں۔

پہلا جواب: سلام کہنے والے کا جواب دینے کے بعد اپنی قرأت کی طرف لوٹ آئے تاکہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں۔

دوسرا جواب: سنت یہی ہے کہ اس پر سلام ڈالے کیونکہ صحیح حدیث سے ملاقات کے وقت سلام اور مصافحہ مشروع ہے۔

تیسرا جواب: قاری سلام میں پہل بھی کر سکتا ہے اور سلام کا جواب بھی دے سکتا ہے کیونکہ اس سے منع پر کوئی شرعی دلیل ثابت نہیں ہے۔

اور سلام میں پہل اور جواب دینے کی مشروعیت کے دلائل میں اصل عموم ہی ہے، یہاں تک کہ اور دلائل سے اس کی تخصیص ثابت ہو جائے تو اس میں اہل علم کے یہی فتوے ہیں۔ ہم عنقریب بعض محققین علماء کے فتوے بھی ذکر کریں گے۔

کتاب الاذکار: (ص: 224) میں ابوالحسن الواحی نے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ”تلاوت میں مصروف شخص پر سلام کا ترک کرنا ہی اولیٰ ہے اور جب اس پر کوئی سلام کہے تو جواب زبانی دے یا اشارے امام نووی سے۔“

کہتے ہیں اس میں نظر ہے اور ظاہر یہ کہ وہ اس پر سلام کہے اور اس پر لفظی جواب دینا فرض ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اہل علم کے اقوال سے درست نہیں البتہ تاہد کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ بعض پھر امام نووی مدعیان فتویٰ کی نظر کسی سطر پر ٹک جاتی ہے تو وہ اسی پر جھک جاتے ہیں اور اسے اصل اصیل بنالیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی دلیل کیا ہے اور اسے کس نے قبول کیا ہے۔

مومن کو سلام کہنا بھی سنت ہے (4)

سے روایت آئی ہے یہ صحابی ہیں، وہ صحافی ہیں اذان بھی ایک تومذکورہ دلائل کے عموم سے، اور چونکہ اذان میں بات کرنی جائز ہے تو سلام کا جواب دینا بطریقہ اولیٰ جائز ہے، ابن ابی شیبہ (1 212) میں سلیمان بن مرد سے روایت کرتے ہیں اور اذان کے دوران اپنے غلام کو کام کا بھی کہتے تھے، حسن سے روایت ہے آئی ہے کہ اذان و اقامت میں بات کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، قتادہ اور عروہ بن الزبیر اذان میں کلام کیا کرتے تھے،

نے کہا اپنی صحیح (1 76) میں باب الکلام فی الاذان میں فرماتے ہیں، سلیمان بن مرد نے اپنی اذان میں کلام کیا، اور حسن اسی طرح مصنف عبد الرزاق (1 468) میں بھی ذکر ہے، امام بخاری

یوم ردا میں ہمیں خطبہ دیا جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کو پہنچا تو اسے حکم دیا کہ وہ الصلوٰۃ فی الرجال کہے اذان و اقامت کے دوران ہنسنے میں کوئی حرج نہیں پھر عبد اللہ بن الحارث سے مسند حدیث ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس

لوگ یہ سن کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو انہوں نے فرمایا، یہ فعل مجھ سے بہتر شخصیت نے کیا تھا اور یہ عزیمت ہے۔

نے الاذکار (ص: 225) میں کہا ہے فتح الباری (2 77) اسی طرح امام نووی

”مومن کے لیے لفظ معتاد کے ساتھ جواب دینا مکروہ نہیں کیونکہ اس معمولی فعل سے اذان باطل ہوتی ہے، نہ اس میں خلل آتا ہے“

عورتوں کو سلام کی سنت (5)

جب سلام کہنے کے لیے اور اسی طرح عورت کے لیے ختمہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس پر سلام کہنا جائز ہے اس کی دلیل متعدد احادیث ہیں جن میں ایک وہ ہے جو ابوداؤد رقم: (5204) کتاب الادب السلام علی النساء میں اسماء بنت یزید (سے اور سند اس کی صحیح ہے، ابن ماجہ رقم: (3701) الصحیح: (823)

دوسری روایت اسماء سے ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ مسجد میں گزرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، اسے امام بخاری نے الادب المفرد میں (رقم: 1047) ابوداؤد نے کتاب الادب میں اور ترمذی نے کتاب الاستیذان میں روایت کیا ہے۔ احمد نے (6 452-457-458) میں اور دارمی نے نکالا ہے۔

عورتوں کا مردوں کو سلام کہنے کی سنت (6)

ام حانی فرماتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس گئی آپ اس وقت غسل فرما رہے تھے، میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے تو اس نے کہا میں ام حانی ہوں تو آپ نے مرجا کہا۔ بخاری (2 42) کتاب الادب والاستیذان، مسلم (2) کتاب السلام، بخاری الادب المفرد (رقم: 145)۔

اسی طرح امام بخاری الادب المفرد میں حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عورتیں مردوں پر سلام کہا کرتی تھیں رجوع کریں زاد المعاد: (2 27)۔

بچوں پر سلام کی سنت (7)

سے روایت ہے کہ وہ بچوں پر گزرے تو انہیں سلام کہا۔ اور پھر کہا نبی ﷺ ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے بخاری (2 923) مسلم (2 214)۔ انس

کھانا کھانے والے پر سلام کی سنت (8)

احادیث کے عموم سے بھی ہوتا ہے، اس کے علاوہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے سلام کہنے میں بخیل کرے، الادب المفرد (رقم: 1041) تو سلام کے ساتھ بخیل کرنا درست نہیں جب تک کہ صریح نہ ہو جو نہیں، پانی گئی تو کھانے والوں پر سلام نہیں کہتا وہ نص رسول ﷺ سے بخیل ہے

الاذکار ص: (224) میں وہ احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جن میں سلام کہنا مکروہ ہے، کہ جب کھانا کھانے اور لقمہ اس کے منہ ہو (تو سلام نہ کہا جائے) ہاں اگر لقمہ منہ میں نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور امام نووی جواب دینا فرض ہے۔

میں کہتا ہوں کہ لقمہ منہ میں ہو تب بھی سلام کہنا جائز ہے کیونکہ لقمہ سالوں تک تو نہیں ٹھہرتا بلکہ دوسرے لمحے نکل جاتا ہے اور سلام کا جواب فوراً دینا تو ضروری نہیں کہ کسی بھی صورت اس میں تاخیر کی گنجائش نہ ہو۔

الشیخ الصحیح (1 310) رقم: (184) میں فرماتے ہیں: جب یہ (احادیث افشاء السلام) تم جان چکے تو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ افشاء السلام جس کا حکم ہوا ہے کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور لوگوں نے سنت سے ناواقف کی وجہ الاذکار میں اسے صراحتہ ذکر کیا ہے جبکہ صحیح مسلم کی شرح میں انہوں نے سے یا عمل میں سستی کی وجہ سے تنگ کر دیا ہے ان میں سے ایک نمازی پر سلام کہنا ہے اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ مشرع نہیں بلکہ امام نووی تصریح کی ہے کہ سلام کا جواب اشارے سے دینا مستحب ہے اور یہی سنت ہے۔

کی حدیث ذکر کی پہلے گزر چکی پھر فرمایا کا سلام کہنے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں، اور نبی ﷺ نے اس عمل کو برقرار رکھا اور سلام کا (اشارے سے) جواب دیا، پھر ابن عمر نبی ﷺ پر نماز پڑھتے ہوئے صحابہ

اس حدیث کی طرف امام احمد اور امام اسحاق دونوں گئے ہیں۔“

نے پلہ جھا کہ (سلام کا) کا قصہ ذکر کیا جب ان سے ابن عمر کو کہا: قوم جب نماز پڑھ رہی ہو تو اس پر سلام کہا جاسکتا ہے؟، تو انہوں نے کہا، ”پھر بلال نے المسائل ص: (22) میں فرمایا: ”میں نے امام احمد اور امام مروزی (جواب کیے دیتے تھے؟ تو کہا، ”اشارہ بخیر دیتے تھے،“ اور یہی اختیار کیا ہے بعض محققین الحاکم نے۔

”پس قاضی ابو بکر بن العربی العارضہ (2 162) میں کہتے ہیں: ”اور کبھی کبھی اشارہ نماز میں سلام کے جواب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی کبھی نمازی کو پیش آنے والی کسی ضرورت کے لیے ہوتا ہے۔“

اگر وہ نماز میں سلام کے جواب کے لیے ہے تو اس میں بہت سے صحیح آثار بھی ہیں جیسے قبا، میں نبی ﷺ کا فعل وغیرہ۔

: الاذکار میں نمازی پر سلام کو صراحتاً مکروہ کہنے کے بعد کہتے ہیں پھر شجکتے ہیں: تعجب ہے کہ امام نووی

اور نماز میں اشارے سے سلام کا جواب دینا مستحب ہے تلفظ درست نہیں۔“

میں کہتا ہوں: تعجب کی وجہ یہ ہے کہ جواب سلام کا استیجاب کو مستلزم ہے اور اس کا عکس عکس کو کوئیکہ دونوں امور کی دلیل ایک ہی ہے اور وہ یہی حدیث یا اس کا ہم معنی حدیث ہے۔ تو جب سلام کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے تو عین اس وقت نفس سلام کے استیجاب پر بھی دلالت کرتی ہے، اگر یہ مکروہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ بیان فرما دیتے اگرچہ جواب سلام میں عدم اشارے کے ساتھ کیونکہ یہ بات مسلم ہے ضرورت کے وقت سے بیان کی تاخیر جائز نہیں۔ اور یہ واضح ہے۔ الحمد للہ اور ان میں سے مؤذن اور قاری پر سلام کہنا ہے تو یہ بھی مشروع ہے ہے اور اس کی دلیل آگے گزر چکی۔

جب نمازی پر سلام کا استیجاب ثابت ہو چکا تو قاری اور مؤذن پر سلام کا کہنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے مسند میں ایک حدیث پڑھی تھی جس میں نبی ﷺ کا تلاوت میں مصروف جماعت پر سلام کہنے کا ذکر تھا اور اس مناسبت سے اس کا ذکر کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اب تک نہیں ملی۔

پھر وہ سلام کا جواب لفظوں میں دینا یا اشارے سے تو ظاہر پہلی بات ہی ہے۔

کہتے ہیں مؤذن کو سلام کا جواب معتاد لفظوں میں دینا مکروہ نہیں کیونکہ یہ معمولی عمل ہے۔ بخ۔ امام نووی

اسی طرح انہوں نے (4 140) میں مختصر ذکر کیا ہے۔

مسجد میں موجود لوگوں پر سلام کیا جائے خواہ ذکر میں یا تعلیم میں مصروف ہوں یا نماز پڑھ رہے ہوں۔ (9)

سے ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا اور نبی ﷺ ایک کونے میں تشریف فرما تھے پھر اس نے آکر آپ کو سلام کہا، آپ ﷺ نے علیک السلام کہا، ابن ماجہ رقم: (3659) لاتے کیونکہ ابو حریہ ہیں منی الصلاۃ والی حدیث کا ایک حصہ اور اس میں سلام کا ذکر تین بار ہے۔ اور اسی طرح جواب بھی۔ مشکوٰۃ (1 75)۔

الشیخ الصبیح (1 314) میں کہتے ہیں: ”اس میں مسجد میں موجود لوگوں کو سلام کہنے کی مشروعیت کی دلیل ہے۔“

اور مسجد قبا، میں انصار کا نبی ﷺ پر سلام کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کا ذکر ہو چکا۔

اسکے باوجود ہم بعض متعصبین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس سنت کی پروا نہیں کرتے۔ یہ جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو اس خیال سے کہ یہ مکروہ ہے اہل مسجد پر سلام نہیں کہتے۔ جو کچھ ہم لکھ چکے اس میں ان کے لیے اوردوسروں نے سلام کے جواب میں اشارہ کرنے کو مستحب کہا ہے۔ سلام سے شریعت نے جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے وہ یہ ہیں کہ لیے نصیحت ہے۔ **والذکر فی تنفیذ المؤمنین**، شرح مسلم (1 204) میں امام نووی

کافر، فاسق، بدعت اور جو پشاپ کر رہا ہو۔

کی حدیث ہے۔ اور فاسق کو سلام کہنے اور اس کے سلام کا جواب نہ دینے کی دلیل صحیحین میں کعب بن مالک لیکن نبی ﷺ کا فروں پر السلام علی من اتبع الهدی ”کہہ کر سلام کہا کرتے تھے، جیسے کہ بخاری (1 5) میں ابن عباس **بسترین صحابہ میں سے تھے۔** کی حدیث ہے، ”وہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کو سلام کہا کرتا تھا لیکن آپ جواب نہیں دیا کرتے تھے، اگرچہ کعب

اور بدعت سے ترک تعلق ضروری ہے جبکہ اس کی بدعت سے دفاع کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو تو اسے سلام کہہ کر عزت افزائی کیے کی جا سکتی ہے۔

نبی ﷺ پر سلام کہا اور آپ پشاپ کر رہے تھے تو آپ نے جواب نہیں دیا پھر تیمم کر کے جواب دیا۔ پشاپ کرنے والے پر کہ عدم جواز پر دلیل بخاری کی حدیث ہے جو مشکوٰۃ (1 55) میں ہے ابو جحیم

فتح الباری (1 351) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پشاپ کرنے والے پر سلام نہ کہا جائے اور نہ ہی سلام کا جواب دے۔ جو صریح اور صحیحہ لائل اور مقتضین علماء کے اقوال ہم ان ذکر کے کہ سلام کا دائرہ وسیع ہے اسی لیے نبی ﷺ نے سلام عام کرنے کا حکم دیا، اس سے بعض متنفذ جو کچھ کہتے ہیں اس کا بطلان ثابت ہوا۔

: جیسے ابن عابدین حاشیہ رد المحتار (414) میں کہتے ہیں کہ اکیس قسم کے لوگوں پر سلام نہ کہا جائے اور پھر اسے آیات میں ذکر کرتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے

”سلام کا جواب فرض ہے سوائے اس کے۔ وہ نماز میں ہو، کھانے پینے میں مصروف ہو، قرأت دعایا ذکر میں مشغول ہو، خطبہ یا تبلیغ میں مصروف ہو، قضا کے حاجت کر رہا ہو، اذان دے رہا ہو یا اقامت کر رہا ہو، اسی طرح بچے کو سلام ”کہنا، یا بحالت نشہ کسی کو سلام کہنا، یا نوجوان عورت کو سلام کہنا کہ جس میں فتنے کا ڈر ہو، فاسق، اونگنے والا، سویا ہوا، حالت جماع میں، یا حاکم کے پاس فیصلہ لیجائے وقت، یا وہ حمام میں ہو، یا دلوانہ ہو، یہ اکیس (21) ہوتے۔

رد مختار میں ہے، سلام کرنا تیرا مکروہ ہے ان پر جن کا ذکر تو عنقریب سنے گا۔ اور جو میں ظاہر کر دوں ان کے بعد اوروں پر (سلام کہنا) مشروع و مسنون ہے۔ نماز پڑھنے والا، تلاوت کرنے والا ذکر کرنے والا، حدیث بیان کرنے والا خطیب اور وہ جس کی طرف کان لگا کر اس کی بات سنی جائے فتنے کا تخرار کرنے والا اور فیصلہ کرنے پڑھا ہو، اور جو فتنے کی بحث میں مشغول ہوں تو انہیں چھوڑ دے تاکہ وہ نفع پہنچیں، اذان کہنے والا، اقامت کہنے والا، بدتریں کرنے والا،

اسی طرح اجنبی ہو رتوں پر (سلام کھنے سے منع کرتا ہوں) اور شطرنج یا اس جیسا اور کوئی کھیل کھیلنے والے اور جوان کے کھیل سے متنوع ہو رہے ہوں، اور اسی طرح کافر کو بھی بھجورڈو اور برہنہ کو اور جو قضاے حاجت کی حالت میں ہو تو اس پر سلام کہنا بری بات ہے۔ اسی طرح کھانا کھانے والا، لیکن اگر آپ خود بھوکے ہوں اور آپ چلتے ہیں کہ وہ کھانے سے نہیں روکے گا (تو سلام کہہ کر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں) اسی طرح گانے والا، استاد جو لوگوں کو لپٹنے گانے سے مہوت کر رہا ہو۔ یہاں آکر ان کا ذکر حتم ہوا لیکن مزید بھی ہو تو آپ کو نفع دے سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے ذہن اور فخر کے بل بوتے پر کسی چیز کو حلال قرار دے دیا حرام کرے یا مکروہ و مباح کرے جب تک شرعی دلیل نہ ہو، بلکہ کتاب و سنت کی بنیاد پر کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیا جاسکتا ہے، اور فقہیان بے توفیق نے اپنے آپ کو شارع سمجھ رکھا ہے۔ اور دلیل دیکھے بغیر جے چلتے ہیں جائز قرار دیتے ہیں۔ اور جے چلتے ہیں حرام گردانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ان کرتوت پر محاسبہ فرمائے گا۔ اور ہم تو الحمد للہ صرف دلیل کی تابعداری کرتے ہیں، صراط مستقیم پر چلنے والوں کا یہی طریق ہے اور جو اس واہ سے بھٹکے گا اسے اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ الدین الخالص

ج 1 ص 171

محدث فتویٰ

